پیغام سیرت

سخاوت وایثار نبوی ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

اخلاقی خوبیوں میں صدق وسچائی سرفہرست ہے۔ یہی انسان کے ہر قول وفعل کی درستی کی بنیاد ہے۔ جو شخص سچا نہیں اس کے دل میں ہر برائی آسکتی ہے اور سچے آدمی کے لئے نیکیوں اور بھلائیوں کا حصول آسان ہوجاتا ہے۔ صدق وسچائی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سب سے بڑی صفت ہے۔ اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہوسکتا ہے۔ قیامت کے وعدے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۝ (۱)

اور بات میں اللہ سے زیادہ سچا کون ہے۔

نیک وصالح مومنوں سے جنت کا وعدہ کرتے ہوئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَعْدَ اللّٰهِ حقًّاط وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۝ (۲)

اللہ کا وعدہ سچ ہے اور بات میں اللہ سے زیادہ سچا کون ہے؟

صدق وسچائی کے بعد اسلام میں دوسری اخلاقی خوبی سخاوت ہے۔ سخاوت کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے کسی حق کو خوشی سے دوسرے کے حوالے کردے۔ اس کی بہت سی صورتیں ہیں، مثلاً اپنا ضرورت سے زائد مال دوسروں کو دینا بلکہ اپنی ضرورت کو نظر انداز کرکے دوسرے کی ضرورت پوری کرنا، کسی کو اپنا حق معاف کرنا، اپنے جسم اور دماغ کی قوت دوسروں کے لئے خرچ کرنا یا حق کی حمایت میں اپنی جان دے دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب سخاوت کی صورتیں ہیں اور ان سب کا منشا اپنی ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہے۔

۱۔ النساء:۸۷ ۲۔ النساء:۱۲۲

اللہ تعالیٰ کو سخاوت و فیاضی بہت پسند ہے، اس کے برعکس بخل و خودغرضی کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

السخی قریب من الله، قریب من الجنة، قریب من الناس، بعید من النار، و البخیل بعید من الله، بعید من الناس، قریب من النار (۳)

سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور، لوگوں سے دور، دوزخ سے قریب ہے۔

اسی لئے انفاق فی سبیل اللہ، فیاضی اور سخاوت کو اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بے شمار قرآنی آیات میں انفاق فی سبیل اللہ، حسن سلوک اور صلۂ رحمی کی حوصلہ افزائی اور ترغیب آئی ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاروں کے کچھ اوصاف بیان کرتے ہوئے سورۂ بقرہ کے شروع میں ارشاد فرمایا:

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ O (۴)

اور ہم نے جو رزق ان کو دیا ہے وہ اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

آیت میں رزق سے مراد کوئی خاص رزق نہیں بلکہ اس سے مراد عام رزق ہے جیسے غلہ، پھل، مویشی، نقدی، سونا اور چاندی وغیرہ، اسی طرح انفاق سے مراد کوئی خاص انفاق یعنی زکوٰۃ وغیرہ نہیں بلکہ اس سے عام انفاق مراد ہے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو کچھ بھی اپنے فضل اور مہربانی سے عطا فرمایا ہے اس کو اس میں سے ایسے شخص کو دینا چاہئے جس کو وہ نہ ملا ہو، یہ متقیوں اور پرہیزگاروں کی شان ہے اور اخلاق کی اصطلاح میں اسی کو سخاوت اور فیاضی کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

السخاء شجرة من اشجار الجنة اغصانها متد لیات فی الدنیا من اخذ بغصن منها قاده ذلک الغصن الی الجنة و البخل شجرة من اشجار النار اغصانها متدلیات فی الدنیا فمن اخذ بغصن منها قاده ذلک الغصن الی النار (۵)

سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں۔ جو شخص ان شاخوں میں سے کسی شاخ کو پکڑے گا وہ شاخ اس کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جائے گی۔ اور کنجوسی دوزخ کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کی شاخیں دنیا میں

۳۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۴۲، رقم ۱۹۴۱۔ شعب الایمان: ج ۷، ص ۴۲۸، رقم ۱۰۸۴۷

۴۔ البقرہ: ۳ ۵۔ شعب الایمان: ج ۷، ص ۴۳۵، رقم ۱۰۸۷۵

لٹکی ہوئی ہیں۔ جو شخص ان شاخوں میں سے کسی شاخ کو پکڑے گا تو وہ شاخ اس کو کھینچ کر دوزخ کی طرف لے جائے گی۔

دنیا میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اچھوں کے لباس میں برے بھی ان کی جگہ لے لیتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی رہنمائی کے لئے اپنے مقبول بندوں کی خاص علامت وصفات بیان کردیں، تاکہ غلط لوگوں سے بچا جاسکے اور سچے اور مقبول لوگوں کو پہچان کر ان کی اتباع کی جاسکے۔ چناں چہ ارشاد فرمایا:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (۶)

وہ (پرہیزگار) تنگی ہو یا فراخی ہر حال میں خرچ کرتے ہیں۔

یعنی متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے ایسے عادی ہیں کہ خواہ ان پر تنگی ہو یا فراخی وہ ہر حال میں مقدور بھر خرچ کرتے رہتے ہیں، اگر ان کے پاس زیادہ مال ہوتا ہے تو وہ اس میں سے زیادہ مال خرچ کرتے ہیں اور اگر کم مال ہوتا ہے تو کم خرچ کرتے ہیں۔ سو غریب آدمی بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے بری الذمہ نہ سمجھے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو درجہ ہزار روپے میں سے ایک روپیہ اس کی راہ میں خرچ کرنے والے کا ہے۔ وہی درجہ ہزار پیسے میں سے ایک پیسہ اس کی راہ میں خرچ کرنے والے کا ہے۔ اس لئے غریب آدمی کو بھی اس سعادت سے محروم نہیں رہنا چاہئے۔ عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من استطاع منكم ان يستتر من النار ولو بشق تمرة فليفعل (۷)

تم میں سے جس کو استطاعت ہو کہ وہ آگ سے بچ سکے اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی ہو تو اس کو ایسا کرلینا چاہئے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں:

فمن لم يجد فبكلمة طيبة (۸)

اگر یہ میسر نہ ہو تو اچھی بات کہہ کر ہی اپنے آپ کو آگ سے بچائے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ بندوں کو اپنی دی ہوئی روزی میں سے اس کے حاجت مند بندوں پر خرچ کرنے پر ابھارا ہے، جیسے ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۹)

۶۔ آل عمران: ۱۳۴ ۷۔ مسلم: ج ۲، ص ۹۴، رقم ۱۰۱۶ ۸۔ مسلم ایضاً ۹۔ البقرہ: ۲۵۴

اے ایمان والو! ہم نے جو رزق تمہیں دیا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرلو جس دن نہ تو خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی اور کافر ہی ظالم ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا کہ تم جو نیکی بھی کرنا چاہتے ہو وہ اسی دنیاوی زندگی میں کرلو، حشر کے روز نہ تو کوئی عمل خرید وفروخت کے ذریعے حاصل ہو سکے گا اور نہ وہاں کسی کی دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش۔ آخرت میں کافروں پر جو عذاب وسختی ہوگی وہ خود اس کے ذمے دار ہوں گے، کیوں کہ وہ دنیا میں خود ہی بے جا حرکتیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل نہ کرکے اپنی جانوں کو عذاب خداوندی کا مستحق بناتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ج وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَO (۱۰)

جو لوگ دن رات اپنے اموال چھپا کر یا ظاہر کرکے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور نہ ان کو کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے۔

اس آیت میں ان لوگوں کے اجر وثواب اور فضیلت کا بیان ہے جو ہر وقت اور ہر حال میں، دن رات، خفیہ اور علانیہ ہر طرح اخلاص یعنی محض اللہ کی رضا کے لئے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں نہ کسی قسم کا رنج وغم ہوگا اور نہ کسی قسم کا خوف ووحشت۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاحسد الا فی اثنتین رجل آتاہ اللہ مالا فسلط ھلکتہ فی الحق ورجل آتاہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا (۱۱)

رشک تو دو ہی بندوں پر روا ہے۔ ایک اس پر جس کو اللہ نے دولت دی اور وہ اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرتا ہے اور دوسرے اس پر جس کو اللہ نے علم دیا اور وہ اس کے مطابق بتا اور سکھا رہا ہے۔

سخاوت کرنے والے پرہیزگاروں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بخشش اور وسیع جنت کی طرف لپکنے کی ہدایت اس طرح فرمائی:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ

۱۰۔ البقرہ: ۲۷۴	۱۱۔ بخاری کتاب العلم: ج ۱ ص ۱۶

لِلْمُتَّقِيْنَ○ (۱۲)

اور اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور وہ پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت میں مغفرت کو جنت پر مقدم کرنے میں اس امر کی جانب اشارہ ہے کہ مغفرت الٰہی کے بغیر جنت کا حصول ممکن نہیں کیوں کہ انسان اگر تمام عمر بھی نیک کام کرتا رہے اور گناہوں سے بچتا رہے تب بھی اس کے تمام اعمال جنت کی قیمت نہیں ہو سکتے، بلکہ انسان کو دنیا میں جو نعمتیں حاصل ہیں اس کے اعمال تو ان میں سے بھی کسی ادنیٰ نعمت کا بدل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے جنت میں لے جانے والی صرف مغفرت الٰہی اور اس کا فضل ہے۔ اگر چہ ہمارے اعمال جنت کی قیمت نہیں ہو سکتے مگر اللہ تعالیٰ کی سنت اور عادت یہی ہے کہ وہ اپنے فضل سے اسی بندے کو نوازتا ہے جو اس پر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کرتا ہے۔ اس لئے اعمال صالحہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

قال الله تبارک و تعالیٰ یا ابن آدم انفق انفق علیک وقال یمین الله ملای سحاء لایغضیها شیء اللیل والنهار (۱۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم تو خرچ کر کہ میں بھی تیرے اوپر خرچ کروں اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے رات دن خرچ کرنے سے کچھ کم نہیں ہوتا۔

اللہ کی راہ میں جو سخاوت کی جائے اس میں اخلاص اور نیت کا صاف ہونا ضروری ہے۔ اس کا مقصد کسی کو ممنون احسان بنانا نہ ہو۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لا لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ (۱۴)

جو لوگ اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذا دیتے ہیں، انہی کے لئے ان کے رب کے پاس ان کے اعمال کا بدلہ ہے، نہ ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اور ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى لا كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ

۱۲۔ آل عمران: ۱۳۳ ۱۳۔ مسلم ج ۲، ص ۸۶، رقم ۳۶/۹۹۳ ۱۴۔ البقرہ: ۲۶۲

النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (۱۵)

اے ایمان والو! تم اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا دے کر اس شخص کی طرح برباد مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے، نہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ قیامت کے دن پر۔

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کو آخرت کے اجر و ثواب کا یقین نہیں۔ وہ تو محض نام و نمود کی خاطر مال خرچ کرتے ہیں، سو تم ایسا نہ کرو۔ اگر تم بھی نام و نمود کے لئے خرچ کرو گے تو جس طرح خیرات کے شجر کو احسان جتانا اور ایذا دینا برباد کر دیتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانا اور ریاکاری کرنا بھی برباد کر دیتا ہے۔

فیاضی اور سخاوت کی روح دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور ان کے لئے ایثار کرنا ہے۔ یہ بات آدمی کے اندر اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی اطاعت کے جذبے سے سرشار ہو اور اس میں کوئی دنیوی منفعت شامل نہ ہو، یہی بے لوثی مومن کو اللہ کی راہ میں اپنا محبوب ترین اور پسندیدہ مال خرچ کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور اس کو روحانی مسرت عطا کرتی ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۝ (۱۶)

تم نیکی (میں کمال) ہرگز حاصل نہ کر سکو گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔

یہاں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ اگرچہ اللہ کی راہ میں معمولی سے معمولی چیز خرچ کرنے کا بھی آدمی کی نیت اور اخلاص عمل کے مطابق اجر و ثواب ضرور ملے گا مگر اس سے ابرار کا درجہ حاصل نہیں ہوگا۔ لہٰذا ابرار کا درجہ پانے کے لئے تمہیں اللہ کی راہ میں اپنی محبوب ترین اور پسندیدہ چیز خرچ کرنی چاہئے۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تمہاری بخل کی عادت جاتی رہے گی۔

جو شخص اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اس سے ریاکاری اور نام و نمود مقصود نہ ہو بلکہ اس سے محض اللہ کی رضا مقصود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ جیسے ارشاد ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى۝ (۱۷)

اور اس آگ سے وہ شخص دور رہے گا جو پرہیزگار ہے اور جو پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے

۱۵۔ البقرہ: ۲۶۴ ۱۶۔ آل عمران: ۹۲ ۱۷۔ الیل: ۱۷، ۱۸

اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے۔

اور ارشاد ہے:

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا O (۱۸)

اور تم مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔

یہ مال کی محبت ہی ہے کہ تم ایک پیسہ بھی اپنے ہاتھ سے اللہ کی راہ میں دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔ یہی مال کی محبت اور طمع تمام گناہوں اور برائیوں کی جڑ ہے۔ یہی جھوٹ بلواتی اور چوری کراتی ہے اور یہی مکر وفریب، دھوکہ دہی اور قتل وغارت کراتی ہے۔

انسان جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خلوص نیت سے خرچ کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ط وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ O (۱۹)

اور تم جو کچھ بھی خیرات کرتے ہو تو اپنے ہی فائدے کے لئے کرتے ہو اور تم تو صرف اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہو اور تم جو کچھ خیرات کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا اجر وثواب ملے گا اور تمہارا حق نہیں مارا جائے گا۔

اس آیت میں واضح کر دیا گیا ہے کہ تم خالص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے جو کچھ بھی اس کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا فائدہ تمہیں کو حاصل ہوگا۔ اس لئے کسی محتاج پر اپنی خیرات کا احسان رکھنا یا اس کو خراب مال دینا یا ریاکاری اور دکھاوے کے لئے خیرات کرنا یہ سب ناپسندیدہ اور اعمال کی بربادی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی مال خرچ کیا جائے گا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ظاہر ہے جس چیز کا بدلہ لے لیا جائے، اس کا احسان نہیں ہوتا۔ مثلاً فروخت کرنے والا جب اپنی چیز کی قیمت لے لیتا ہے تو خریدار پر اس کا احسان نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے مال کا تو کئی گناہ بدلہ ملے گا۔ پھر خیرات کرنے والے کا محتاج پر احسان کیا؟

مال ودولت کی محبت دل کے آئینے کو میلا کرتی ہے اور قبول حق سے روکتی ہے۔ اسی سے بخل پیدا ہوتا ہے جو سخاوت کی ضد ہے۔ اسی لئے اسلام دلوں کے آئینے کو صاف رکھنے کے لئے جود وسخا کی ترغیب دیتا ہے اور مال جمع کرنے کی مذمت کرتا ہے تاکہ اس کے پیروکاروں کے دلوں سے مال ودولت کی محبت ہمیشہ

۱۸۔ الفجر: ۳۰ ۱۹۔ البقرہ: ۲۷۲

کے لئے ختم ہو جائے اور وہ نیکی میں مسابقت کی راہ پر گامزن رہیں۔

چناں چہ ارشاد ہے:

وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ O الَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ O یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ O کَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ O وَمَآ اَدْرٰکَ مَاالْحُطَمَةُ O نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ O الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ O اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ O فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ O (۲۰)

بڑی خرابی ہے اس شخص کے لئے جو طعنہ دیتا ہے اور عیب جوئی کرتا ہے، جس نے مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا، وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا، ہرگز نہیں، وہ تو روندنے والی میں پھینکا جائے گا اور تجھے کیا معلم وہ روندنے والی کیا ہے، وہ اللہ کی دہکائی ہوئی ایک آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچے گی۔ وہ اس میں بند کئے جائیں گے (اس کے شعلے) لمبے لمبے ستونوں (کی صورت) میں ہوں گے۔

اور ارشاد ہے:

اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ O حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ O (۲۱)

کثرت مال کی ہوس نے تمہیں غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

ان آیتوں میں بتایا گیا ہے کہ مال واولاد اور کنبے وقبیلے کی کثرت اور دنیا کے ساز وسامان کی حرص نے تمہیں اللہ کی عبادت، آخرت کی طلب، اور نیک کاموں سے غافل کر دیا ہے۔ تمہیں دن رات یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال ودولت کی بہتات ہو جائے اور میرا کنبہ قبیلہ اور جماعت دوسروں کے کنبوں اور جماعتوں پر غالب رہے، یہاں تک کہ اسی حالت میں موت آجاتی ہے اور تم قبرستان پہنچ جاتے ہو، اس وقت پتہ چلتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انفقی و لا تحصی فیحص الله علیک (۲۲)

خرچ کرتی رہو اور گن گن کر نہ رکھو کہیں اللہ بھی تمہیں گن گن کر نہ دینے لگے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لو کان لابن آدم واد من ذهب احب ان له وادیا آخر ولن یملاء فاه الا

۲۰۔ الہمزہ:۱،۹ ۲۱۔ التکاثر:۱۔۲ ۲۲۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۰۲، رقم ۱۰۲۹

التراب و الله یتوب علی من تاب (۲۳)

اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی سونے سے بھری ہوئی ہو تو وہ (اس پر قناعت نہیں کرے گا بلکہ) وہ چاہے گا کہ ایسی ایک اور وادی ہو جائے اور اس کے منہ کو تو (قبر کی) مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

مال کی محبت ہی نیکی اور پرہیز گاری کے راستے پر چلنے سے روکتی ہے اور آدمی سمجھتا ہے کہ اگر اس نے یہ راستہ اختیار کیا تو اس کی دولت اس سے چھن جائے گی اور اس کا مال خرچ ہو جائے گا۔ یہ شیطانی خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

اَلشَّیۡطٰنُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَیَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ ۚ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمۡ مَّغۡفِرَۃً مِّنۡہُ وَفَضۡلًا ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۝ (۲۴)

شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور فراخی کا وعدہ کرتا ہے اور اللہ وسعت والا خبردار ہے۔

لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۝ (۲۵)

آسمان اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے، وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

اور ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ ۝ (۲۶)

بیشک اللہ ہی رزق دینے والا قوت والا اور مضبوط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مالک و خالق جیسا کوئی نہیں، وہ واحد و صمد ہے، بے مثل و بے نظیر اور سمیع و بصیر ہے۔ سارے عالم کا متصرف مالک و حاکم اور لاشریک لہ ہے۔ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ غرض رزق کی کشادگی اور تنگی دونوں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ وہ کسی کا محتاج نہیں، تمام مخلوق ہر وقت اور ہر حال میں اس کی محتاج

۲۳۔ بخاری کتاب الرقات، باب ما یتقی من فتنۃ المال۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۱۰، رقم ۱۱۶/ ۱۰۴۸

۲۴۔ البقرہ: ۲۶۸ ۲۵۔ الشوریٰ: ۱۲ ۲۶۔ الذریت: ۵۸

ہے۔اس لئے آدمی کو شیطان کے بہکاوے میں نہیں آنا چاہئے۔

جو لوگ بخل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں سے اس کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور نہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ اس مال کو اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لئے بہت بڑا وبال ہے۔قیامت کے روز ان کو اس مال کا طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔جیسے ارشاد ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (۲۷)

اور وہ لوگ جو اس مال پر بخل کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دے رکھا ہے، یہ خیال نہ کریں کہ یہ بخل کرنا ان کے لئے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں بہت ہی برا ہے۔بہت جلد قیامت کے روز ان کو اس چیز کا طوق پہنایا جائے گا جس پر وہ بخل کرتے ہیں اور اللہ ہی زمین و آسمان کا وارث ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يقول العبد ، مالي مالي، ان ماله من ماله ثلاث، ما اكل فافنى اولبس فابلى او اعطى فاقتنى وما سوا ذلك فهو ذاهب وتاركه للناس (۲۸)

بندہ کہے گا، میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کا مال تین ہی قسم کا تھا۔ جو اس نے کھا کر ختم کر دیا،۲۔جو پہن کر پھاڑ دیا،۳۔جو (اللہ کی راہ میں) دیا اور ذخیرہ آخرت کر لیا اور جو اس کے علاوہ ہے وہ ختم ہونے والا ہے، اور وہ اس کو دوسروں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

مال و دولت کو سمیٹ کر رکھنے سے کچھ حاصل نہیں۔ بلکہ اسے اپنی جائز ضرورتوں اور اعلیٰ مقاصد کے حصول میں خرچ کرنا چاہئے اور اعلیٰ مقاصد وہی ہیں جن کو اللہ نے ''اپنی راہ'' کہا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا اور اس کی مخلوق کی ضرورتوں کا خیال نہیں کرتا تو گویا وہ اپنے جسم کے داغے جانے کا سامان جمع کرتا ہے۔جیسے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (۲۹)

۲۷۔آل عمران: ۱۸۰　　۲۸۔مسلم: ج۴،ص ۳۸۱، رقم ۲۹۵۹　　۲۹۔التوبہ: ۳۴، ۳۵

اور جو لوگ (حرص سے) سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ (ﷺ) ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، اس دن اس مال کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کی گردنوں اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا کہ) یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

جمہور علما و مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جس وعید کا ذکر ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو اپنے مال کی زکوٰۃ اور حقوق واجب ادا نہیں کرتا۔ اس کے برعکس جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے اس کے جمع کرنے پر کسی قسم کی وعید نہیں خواہ اس کی مالیت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا لفظ عام ہے۔ اس میں فرض زکوٰۃ، نفل خیرات اور تمام واجب و مستحب صدقات داخل ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مااُدی زکاته فلیس بکنز (۳۰)

جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں یعنی لغت و عرف کے اعتبار سے تو وہ کنز ہوگا مگر شرعی اعتبار سے ایسا کنز نہیں رہتا جس پر عذاب کی وعید آئی ہے۔

سخاوت یہ نہیں کہ عمر بھر تو اپنے مال کو سنبھال کر رکھا جائے اور جب موت سامنے آجائے اور یقین ہو جائے کہ اب یہ مال ساتھ چھوڑنے والا ہے تو کف افسوس مل کر کہے کہ اب ذرا سا بھی موقع مل جائے تو اس مال کو نیک کام میں لگا دوں۔ قرآن کریم نے آدمی کی اس بے بسی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّارَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَاتَعْمَلُوْنَ O (۳۱)

اور جو کچھ رزق ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے، پھر وہ (حسرت سے) کہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی، کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا، اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے تو اللہ ہرگز کسی کو مہلت نہیں دیتا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

۳۰۔ روح المعانی: ج ۱۰، ص ۸۰ ۔ ۳۱۔ المنفقون: ۱۰، ۱۱

تم اللہ کے دیئے ہوئے مال میں جو کچھ صدقہ وخیرات کرنا چاہتے ہو وہ اپنی موت کی علامات ظاہر ہونے سے پہلے پہلے اس کی راہ خرچ کرلو ورنہ موت سر پر آجانے کے بعد پچھتاوے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اس وقت بخیل تمنا کرے گا کہ کاش اس کی موت چند دنوں کے لئے ملتوی ہو جائے اور وہ خوب صدقہ وخیرات کر کے نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جتنی عمر لکھ دی ہے اور جو میعاد مقرر کر دی ہے اس کے ختم ہونے پر ایک لمحے کی بھی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آدمی جو کچھ بھی صدقہ خیرات کرنا چاہتا ہے وہ اپنی موت کی علامات ظاہر ہونے سے پہلے پہلے کرلے۔ اللہ تعالیٰ آدمی کے تمام ظاہری اور باطنی اعمال سے پوری طرح باخبر ہے اور اسی کے مطابق ہر ایک سے معاملہ کرے گا، لہٰذا انسان کو جو بھی مہلت میسر ہے اس کو آخرت سنوارنے میں صرف کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سی خیرات سب سے بہتر ہے، آپ نے فرمایا:

ان تصدق و انت صحیح شحیح تخشی الفقر و تامل فلهذا ولا تمهل حتی اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان کذا وقد کان لفلان (۳۲)

ایسی حالت میں خیرات کرنا افضل ہے جب کہ تم تندرست ہو، مال کی محبت رکھتے ہو، تمہیں مفلس ہو جانے کا اندیشہ ہو اور مال داری کے خواہش مند ہو اور اتنی تاخیر نہ کرتے چلے جاؤ کہ جان حلق میں آپہنچے اور اس وقت تم کہو کہ اتنا فلاں کو دیدو وہ تو اس (وارث) کا ہو ہی چکا۔

آپ ﷺ کی سخاوت وفیاضی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی اور فیاض تھے۔ سخاوت میں کوئی آپ کی برابری نہیں کر سکتا تھا خواہ وہ کتنا ہی سخی اور مال دار کیوں نہ ہو، اس کے باوجود آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔

محمد احمد جاد المولی بک اپنی کتاب ''محمد ﷺ۔ المثل الکامل'' میں رقم طراز ہیں:

وکان جوده ﷺ کله لله، وفی ابتغاء مرضاته تعالی، فانه کان یبذل المال تارة لفقیر او محتاج، وتارة ینفقه فی سبیل الله سبحانه، وتارة یتالف به علی الاسلام من یقوی به الاسلام، وکان یؤثر علی نفسه واولاده، فیعطی عطاء یعجز عنه الملوک مثل کسریٰ و قیصر، ویعیش فی نفسه عیش الفقراء، فیاتی علیه الشهر والشهران لایوقد فی بیته نار،

۳۲۔ بخاری: ج ۲، ص ۵۱۵، رقم ۱۳۵۳۔ مسلم: ج ۲، ص ۷۱۶، رقم ۱۰۳۱

وربما ربط الحجر علی بطنه الشريف من الجوع (۳۳)

آپ ﷺ کی سخاوت تمام کی تمام اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے لئے ہوتی تھی۔ بلاشبہ کبھی آپ فقیر ومحتاج کو دینے میں خرچ کرتے تھے اور کبھی آپ اللہ سبحانہ کے راستے میں خرچ کرتے اور کبھی آپ ان لوگوں کی تالیف (قلب) میں خرچ کرتے جن سے اسلام کو تقویت پہنچتی تھی۔ آپ اپنی ذات اور اولاد پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔ قیصر وکسریٰ جیسے بادشاہ بھی آپ کی سخاوت وفیاضی کے سامنے عاجز وبےبس تھے۔ آپ پر کبھی پورا ایک مہینہ اور کبھی دو مہینے (مسلسل) ایسے گزرتے کہ آپ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی (یعنی چولھا نہیں جلتا تھا)۔ اکثر آپ بھوک کی وجہ سے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجود الناس وكان اجود مايكون في رمضان حين يلقاه جبريل وكان يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن فلرسول الله صلى الله عليه وسلم اجود بالخير من الريح المرسلة (۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان کے مہینے میں تو آپ اور بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے جب جبریل امین آپ سے ملتے۔ جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ سے ملتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے۔ ان دنوں میں خیر کے معاملے میں آپ بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاضی فرماتے تھے۔

حضرت علیؓ کی ایک طویل روایت میں ہے، وہ کہتے ہیں:

كان اجود الناس كفا (۳۵)

آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ ہاتھ کے سخی تھے۔

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

انما انا قاسم والله يعطي (۳٦)

۳۳۔ محمد ﷺ۔ المثل الکامل/ محمد احمد جاد المولیٰ بک: ص ۲۵ ۳۴۔ بخاری کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۵۔ ترمذی: کتاب المناقب: ج ۲، ص ۳۶۴، رقم ۳۶۵۸

۳٦۔ بخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۰۵، رقم ۱۰۰/ ۱۰۳۷

اور میں تو بس تقسیم کرنے والا ہوں اور عطا تو اللہ ہی فرماتا ہے۔

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں

کنت امشی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حرۃ المدینۃ فاستقبلنا احد فقال یا اباذر! قلت لبیک یا رسول اللہ قال مایسرنی ان عندی مثل احد ھذا ذھبا تمضی علی ثلاثۃ وعندی مند دینار الاشئی ارصدہ لدین (۳۷)

میں مدینے کے ایک پتھریلے علاقے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، جب ہم احد پہاڑ پہنچے تو آپ نے فرمایا اے ابو ذر! میں نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اس میں سے ایک اشرفی بھی میرے پاس رہ جائے مگر یہ کہ کسی قرض کی ادائیگی کے لئے رکھوں۔

آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کرتا تو آپ اس کے سوال کو رد نہ فرماتے تھے بلکہ کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے تھے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں:

ماسئل النبی ﷺ عن شئی قط فقال لا (۳۸)

آپ ﷺ نے تمام عمر کبھی کسی کے سوال پر نہیں کا لفظ نہیں فرمایا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کسی کی کوئی چیز خرید فرماتے اور قیمت ادا کرنے کے بعد وہ چیز بھی اسی کو عطیہ کے طور پر عنایت فرما دیتے چناں چہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عمرؓ سے ایک اونٹ خرید اور پھر اسی وقت عبداللہ بن عمر (حضرت عمر کے صاحبزادے) کو بطور عطیہ عنایت فرما دیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

کنا مع النبی ﷺ فی سفر فکنت علی بکر صعب لعمر، فکان یغلبنی فیتقدم امام القوم فیزجرہ عمر ویردہ ثم یتقدم، فیزجرہ عمر ویردہ، فقال النبی لعمر بعنیہ قال ھولک یا رسول اللہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعنیہ، فباعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقال

۳۷۔ بخاری: کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مااحب ان لی مثل احد ذھبا: ج۴،ص۸۵و کتاب فی الاستقراض، باب اداء الدیون

۳۸۔ بخاری: کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاء ومایکرہ من البخل۔ مسلم: ج۳،ص۳۵، رقم ۲۳۱۱

النبی ﷺ ھو لک یاعبد اللہ بن عمر، تصنع بہ ماشئت (۳۹)

ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا، وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل گیا، لیکن حضرت عمرؓ نے اسے ڈانٹ کر پیچھے واپس کر دیا، وہ پھر آگے نکل گیا تو عمرؓ نے اسے ڈانٹ کر پھر پیچھے واپس کر دیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اونٹ مجھے بیچ دو (حضرت) عمرؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اب یہ آپ کا ہے، آپ نے پھر فرمایا یہ اونٹ مجھے بیچ دو، چناں چہ (حضرت) عمرؓ نے وہ اونٹ رسول اللہ ﷺ کو بیچ دیا، اس کے بعد آپ نے عبداللہ بن عمر کو مخاطب کر کے فرمایا اے عبداللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تمہارا ہے تم جس طرح چاہو اس کو استعمال کرو۔

حضرت جابر کی روایت میں بھی اسی قسم کا معاملہ مذکور ہے، وہ کہتے ہیں:

کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزاۃ فابطأبی جملی وأعیا فاتی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جابر، فقلت نعم، قال ما شانک قلت ابطاعلی جملی واعیا فتخلفت، فنزل یحجنہ بمحجنہ ثم قال ارکب فرکبت فلقد رایتہ اکفہ عن رسول اللہ ﷺ ... قال اما انک قادم فاذا قدمت فالکیس الکیس ثم قال اتبیع جملک؟ قلت نعم، فاشتراہ منی باوقیۃ ثم قدم رسول اللہ ﷺ قبلی وقدمت بالغداۃ فجئنا الی المجسد فوجدتہ علی باب المسجد قال الآن قدمت؟ قلت نعم قال فدع جملک فادخل فصل رکعتین، فدخلت، فصلیت، فامر بلالا ان یزن لہ اوقیۃ، فوزن لی بلال فارجح فی المیزان فانطلقت حتی ولیت فقال ادع لی جابر، قلت الآن یرد علی الجمل، ولم یکن شئی ابغض الی منہ قال خذ جملک ولک ثمنہ (۴۰)

ایک غزوے میں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میرا اونٹ تھک کر سست پڑ گیا اس لئے میں پیچھے رہ گیا، پھر آپ اترے اور میرے اونٹ کو اپنی چھڑی سے کچو کے لگائے

۳۹۔بخاری کتاب البیوع، باب ۴۷ اذا الشتری شیئا فوھب من ساعۃ قبل ان یتفرقا

۴۰۔بخاری کتاب البیوع، باب شراء الدواب والحمیر

اور فرمایا اب سوار ہو جاؤ، چناں چہ میں سوار ہو گیا، اب (اونٹ کا) یہ حال ہو گیا کہ مجھے اسے رسول ﷺ کے برابر پہنچنے سے روکنا پڑتا تھا...... پھر آپ نے فرمایا اچھا اب تم پہنچنے والے ہو اس لئے جب پہنچ جاؤ تو خوب سمجھ سے کام لینا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا اونٹ بچو گے، میں نے کہا جی ہاں، چناں چہ آپ نے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے پہلے ہی (مدینہ) پہنچ گئے تھے اور میں دوسرے دن صبح کو پہنچا، پھر ہم مسجد میں آئے تو میں نے آپ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا ابھی آرہے ہو، میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لو، میں اندر گیا اور نماز پڑھی، اس کے بعد آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا کہ میرے لئے ایک اوقیہ چاندی تول دیں، انہوں نے ایک اوقیہ چاندی تول دی اور پلڑا بھاری رکھا (یعنی جھکتی ہوئی تولی) میں لے کر چلا تو آپ نے فرمایا کہ جابر کو ذرا بلاؤ۔ میں نے سوچا کہ اب میرا اونٹ پھر مجھے واپس کر دیں گے حالاں کہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لئے اور کوئی چیز نہیں تھی۔ چناں چہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ یہ اپنا اونٹ لو اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

ایک دفعہ خلاف معمول عصر کی نماز کے بعد فوراً آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور پھر فوراً ہی واپس تشریف لے آئے صحابہ کو تعجب ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے اس لئے گھر جا کر اس کو خیرات کرنے کو کہہ کر آیا ہوں، چناں چہ حضرت عقبہ بن الحرث کی روایت میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

صلیت مع النبی صلی الله علیه وسلم العصر، فلما سلم قام سریعا دخل علی بعض نسائه ثم خرج ورای مافی وجوه القوم من تعجبهم لسرعته فقال ذکرت وانا فی الصلوٰۃ تبرا عندنا فکرهت ان یمسی اویبیت عندنا فامرت بقسمته (۴۱)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ تیزی سے کھڑے ہوئے اور اپنی ازواج میں سے کسی کے گھر میں داخل ہو گئے، پھر آپ نکلے تو آپ نے سرعت سے جانے پر قوم کو متعجب پایا۔ آپ ﷺ نے

۴۱۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب یفکر الرجل الشئی فی الصلوٰۃ: ج ۱، ص ۱۵۰

فرمایا مجھے نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے۔ مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ شام ہو جائے یا رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہ جائے۔ اس لئے اس کو خیرات کر دینے کا کہہ آیا ہوں۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے سوال پر دو پہاڑوں کے درمیان پھیلا ہوا بکریوں کا ریوڑ اس کو عنایت فرمایا حضرت انسؓ نے اس کو اس طرح بیان کیا ہے:

ان رجل سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنما بین جبلین فاعطاہ ایاہ فاتی قومہ فقال ای قوم! اسلموا فو اللہ! ان محمدا لیعطی عطاء مایخاف الفقر (۴۲)

ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان بکریوں کا سوال کیا جو دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے وہ سب اس کو عطا فرما دیں۔ پھر اس نے اپنے قبیلے میں جا کر اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا اے میری قوم! تم اسلام قبول کر لو، خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ان ناسا من الانصار سئالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعطاھم ثم سئالوہ فاعطاھم حتی نفد ما عندہ فقال مایکون عندی من خیر فلن ادخرہ عنکم ومن یستعفف یعفہ اللہ ومن یستغن یغنہ اللہ ومن یتصبر یصبرہ اللہ وما اعطی احد عطاء خیرا واوسع من الصبر (۴۳)

انصار کے بعض لوگوں نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے ان کو عطا فرما دیا انہوں نے پھر مانگا تو آپ نے پھر عطا فرما دیا یہاں تک کہ جو آپ کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی اچھی چیز ہو تو میں اسے بچا کر نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہے تو اللہ بھی اسے (سوالوں سے) محفوظ رکھتا ہے اور جو بے نیازی اختیار کرتا ہے تو اللہ بھی اسے بے نیاز بنا دیتا ہے اور جو شخص صبر کرتا ہے تو اللہ بھی اسے (صبر پر) استقامت دیتا ہے اور کسی کو بھی صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع نعمت نہیں ملی۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں:

دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساھم الوجہ قالت

۴۲۔ مسلم: ج ۴، ص ۳۶، رقم ۲۳۱۲ ۴۳۔ بخاری کتاب الزکوۃ باب الاستعفاف عن المسئلۃ: ج ۱، ص ۱۸۱

فحسبت ان ذلک من وجع فقلت یا بنی اللہ مالک ساھم الوجه؟ قال من اجل الدنانیر السبعة التی اتتنا امس، امسینا وھی فی خصم الفراش (۴۴)

ایک دفعہ آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو چہرہ متغیر تھا، وہ کہتی ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ تکلیف کی وجہ سے ہے سو میں نے کہا اے اللہ کے نبی آپ کا چہرۂ انور متغیر کیوں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل جو سات دینار آئے تھے، شام ہوگئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے۔

اس طرح ایک روایت میں آیا ہے:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیه وسلم یسأله، فقال، اجلس سیرزقک اللہ، ثم جاء آخر ثم آخر فقال لھم، اجلسوا فجاء رجل باربع اواق فاعطاھا ایاہ وقال یا رسول اللہ ان ھذہ صدقة، فدعا الاول فاعطاہ اوقیة ثم دعا الثانی فاعطاہ اوقیة، ثم دعا الثالث فاعطاہ اوقیة، وبقیت معه صلی اللہ علیه وسلم اوقیة واحدۃ فعرض بھا للقوم، فما قام احد فلما کان اللیل وضعھا تحت رأسه وفراشه عباءۃ فجعل لا یاخذہ النوم، فیرجع فیصلی فقالت له العائشة رضوان اللہ علیھا یا رسول اللہ! ھل بک شئی؟ قال لا قالت فجاءک امر من للہ؟ قال لا قالت انک صنعت منذ اللیلة شیئا لم تکن تفعله، فاجرھا وقال ھذہ التی فعلت بی ماترین، انی خشیت ان یحدث امر من امر اللہ ولم امضھا (۴۵)

ایک شخص نے آپ کے پاس آکر سوال کیا، آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، جلد اللہ تجھے رزق دے گا، پھر ایک اور سائل آیا اور اس کے بعد ایک اور آیا، آپ نے دونوں سے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر ایک شخص چار اوقیہ لے کر آیا اور آپ کو پیش کر کے عرض کیا یہ صدقہ ہے۔ پھر آپ نے پہلے شخص کو بلا کر اس کو ایک اوقیہ عطا فرمادیا۔ پھر دوسرے کو بھی بلا کر ایک اوقیہ عطا فرمادیا، پھر آپ نے تیسرے کو بلایا اور اس کو بھی ایک اوقیہ عطا فرمادیا، آپ کے پاس ایک اوقیہ باقی رہ گیا، پھر آپ نے وہ لوگوں کے سامنے رکھا مگر کوئی بھی (لینے کے لئے) کھڑا نہ ہوا، پھر جب رات ہوگئی تو آپ ﷺ نے اس کو اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور آپ کا بچھونا ایک عبا تھی۔ پھر آپ کو نیند نہیں آئی تو آپ نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ سے عرض کیا

۴۴۔ مسند احمد: ج ۷، ص ۴۱۷، رقم ۲۵۹۷۵ ۴۵۔ محمد ﷺ۔ المثل الکامل: ص ۲۴

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کوئی معاملہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، کیا اللہ کی طرف سے کوئی امر پیش آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، حضرت عائشہؓ نے عرض کی رات سے آپ کی ایسی حالت ہے جو عام طور پر نہیں ہوتی۔ پھر آپ ﷺ نے وہ واقیہ نکال کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اس کا سبب یہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کا امر (موت) آجائے اور میں اس کو نہ دے سکوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس وقت آپ کے پاس کچھ مال ومتاع ہوتا تو آپ اس میں سے اس کو کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے ورنہ وعدہ فرمالیتے۔ اسی لئے لوگ اس قدر دلیر ہوگئے تھے کہ وقت کا لحاظ کئے بغیر عین نماز کے وقت بھی آپ سے اپنی حاجت پوری کرنے کا مطالبہ کرتے اور آپ ان کی حاجت پوری فرماتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اقیمت الصلاۃ فعرض للنبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل فحبسه بعد ما اقیمت الصلاۃ (۴۶)

عین نماز عصر کھڑی ہونے کے وقت ایک شخص نے آپ کو روک کر کہا کہ میری کچھ حاجت ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں بھول نہ جاؤں۔ لہٰذا اسے پورا کریں، آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی حاجت پوری کر کے آئے تب نماز پڑھائی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے:

حمل الیه تسعون الف درهم فوضعا علی حصیر، ثم قام الیها فقسمها فما رد سائلا حتی فرغ منها، وجاء رجل فسائله فقال ما عندی شئی ولکن ابتع علی، فاذا جاء نا شئی قضیناه، فقال عمر یا رسول الله ماکلفک الله مالا تقدر علیه، فکره النبی صلی الله علیه وسلم ذلک فقال رجل انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا، فتبسم النبی صلی الله علیه وسلم وظهرا السرور فی وجهه (۴۷)

آپ ﷺ کے پاس نوے ہزار درہم آئے جو آپ نے ایک چٹائی پر رکھ دیئے، پھر آپ

۴۶۔ بخاری: کتاب الاذان باب الکلام اذا اقیمت الصلاۃ: ج۱، ص۸۶

۴۷۔ محمد، المثل الکامل: ۲۳

نے کھڑے ہو کر ان کو تقسیم کرنا شروع کیا تو آپ نے کسی سائل کو (خالی) واپس نہیں کیا، یہاں تک کہ وہ سب تقسیم ہو گئے، پھر ایک شخص نے آ کر سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں لیکن تم اوھار لے لو جب ہمارے پاس کوئی چیز آئے گی تو ہم اس کو ادا کر دیں گے، پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ نے آپ کو اس کا مکلف نہیں کیا جس پر آپ کو قدرت نہ ہو آپ ﷺ نے (حضرت عمرؓ کی) اس بات کو ناپسند فرمایا۔ پھر اس شخص (سائل) نے کہا آپ خرچ کرتے رہئے اور عرش والے کی طرف سے کمی کا خوف نہ کیجئے۔ اس پر آپ مسکرائے اور خوشی آپ کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

ایک دفعہ بحرین سے خراج آیا جو لاکھوں درہم پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو مسجد کے صحن میں ڈالوا دیا اور اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا چناں چہ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے:

اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمال من البحرین فقال انثروہ فی المسجد وکان اکثر مال اتی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج رسول اللہ ﷺ الی الصلاۃ ولم یلتفت الیہ، فلما قضی الصلاۃ جاء فجلس الیہ فما کان یری احدا الا اعطاہ فما قام رسول اللہ ﷺ وثم منھا درھم (۴۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے خراج کا مال آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے مسجد میں رکھ دو، یہ ان تمام اموال سے زیادہ تھا جو اب تک آپ کی خدمت میں آ چکے تھے۔ (یہ لاکھوں درہم پر مشتمل تھا) پھر آپ نماز کے لئے نکلے اور اس مال کی طرف نظر بھی نہیں کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ اس مال کی جگہ تشریف لائے اور اس کو تقسیم کرنا شروع کیا جو بھی سامنے آتا گیا اسے دیتے گئے۔ آپ اس وقت تک وہاں سے نہ اٹھے جب تک ایک درہم بھی باقی رہا۔ (جب سب ختم ہو گیا تو آپ کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے)

اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انہ بینما ھو یسیر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ الناس مقفلہ من حنین فعلقہ الناس یسئلونہ حتی اضطروہ الی سمرۃ فخطفت رداءہ فوقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعطونی ردائی لو کان لی عدد ھذہ

۴۸۔ بخاری کتاب الصلوٰۃ: باب القسمۃ و تعلیق القنو فی المسجد: ج۱، ص۶۲

العضاء نعما لقسمته بینکم ثم لاتجدونی بخیلا و کذوبا و لا جبانا (۴۹)

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے اور آپ کے ساتھ اور بہت سے صحابہ بھی تھے۔ آپ وادئ حنین سے واپس تشریف لارہے تھے کہ کچھ بدو لوگ آپ کو لپٹ گئے اور سوال کرنے لگے کہ ہمیں بھی کچھ دو، بالآخر آپ مجبوراً ببول کے ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہوگئے (جہاں آپ کی چادر ببول کے کانٹے میں الجھ گئی)۔ ان لوگوں نے آپ کی چادر کھینچ لی۔ آپ وہاں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ میری چادر مجھے دے دو اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ بکریاں ہوتے تو میں تم سب میں تقسیم کردیا اور پھر تم مجھے بخیل نہ پاتے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل (پاتے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب تک رقم آپ کے پاس موجود ہوتی تھی آپ گھر میں آرام نہیں فرماتے تھے، ایک مرتبہ رئیس فدک نے چار اونٹوں پر مشتمل غلہ بھیجا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو قرض لے کر آپ کے اخراجات کا بندوبست کرتے تھے، اس وقت ایک یہودی کے مقروض تھے انھوں نے یہ غلہ بیچ کر یہودی کا قرض ادا کیا، چناں چہ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں:

نطلقت حتی اتیته فاذا اربع رکائب مناخات علیهن احمالهن، فاستاذ نت فقال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم ابشر فقد جاء ک الله تعالیٰ بقضائک ثم قال الم تر الرّ کائب المناخات الاربع؟ فقلت بلٰی فقال ان لک رقابهن وما علیهن، فان علیهن کسوة وطعاما اهدا اهن الی عظیم فدک فاقبض هن واقض دینک ففعلت، ثم انطلقت الی المسجد فاذا رسول الله صلی الله علیه وسلم قاعد فی المسجد فسلمت علیه فقال مافعل ماقبلک؟ قلت قد قضی الله تعالیٰ کل شئی کان علی رسول الله ﷺ فلم یبق شئی، قال افضل شئی؟ قلت نعم، قال انظر ان تریحنی عنه فانی لست بداخل علی احد من اهلی حتی تریحنی منه، فلما صلی رسول الله ﷺ العتمة دعانی فقال مافعل الذی قبلک، قال قلت هم معی، لم یاتنا احد، فبات رسول الله ﷺ فی المسجد حتی اذا صلی العتمة یعنی من الغد، دعانی قال مافعل الذی قبلک؟ قال قلت قد

۴۹۔ بخاری: کتاب الجہاد والسیر ،باب الشجاعة فی الحرب والجبن: ج ۲، ص ۹۵

اراحک اللہ منہ یا رسول اللہ، فکبر وحمد اللہ شفقا من ان یدر کہ الموت وعندہ ذلک (۵۰)

میں آپ کے پاس آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ چار جانور لدے ہوئے بیٹھے ہیں، تو میں نے آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اے بلالؓ اللہ نے تیرے قرض کو ادا کرنے کے لئے مال بھیجا ہے، اس کے بعد فرمایا کہ کیا تو نے لدے ہوئے وہ چار جانور نہیں دیکھے میں نے عرض کیا ہاں دیکھے ہیں، آپ نے فرمایا وہ جانور بھی تم لے لو اور جو اسباب ان پر لدا ہوا ہے وہ بھی لے لو، ان پر کپڑا اور غلہ لدا ہوا ہے جو فدک کے رئیس نے بھیجا ہے، تم ان کو لے لو اور اپنا قرض ادا کردو، میں نے ایسا ہی کیا، پھر میں مسجد میں آیا دیکھا کہ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس مال سے تجھے کیا فائدہ ہوا، میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے سب قرض ادا کرادیا جو اس کے رسول پر تھا، کچھ بھی باقی نہیں رہا، آپ ﷺ نے فرمایا اس مال میں سے کچھ بچا ہے، میں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا جو بچا ہے اسے جلد خرچ کردو، میں اس وقت تک اپنے گھر میں نہیں جاؤں گا جب تک تو مجھے اس مال سے بےفکر نہیں کرے گا۔ پھر آپ ﷺ نے عشا کی نماز پڑھ کر مجھے بلایا اور فرمایا کیا ہوا اس مال کا جو تمہارے پاس بچا ہوا تھا، میں نے عرض کیا وہ میرے پاس ہے، میرے پاس کوئی نہیں آیا جس کو میں مال دیتا، پھر رات کو آپ مسجد میں رہے اور دوسرے روز عشا کی نماز سے فارغ ہو کر مجھے بلا کر فرمایا کہ اس مال کو کیا ہوا جو تمہارے پاس بچا ہوا تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ نے آپ کو اس مال سے بےفکر کردیا۔ یہ سن کر آپ نے تکبیر کہی اور اللہ تعالیٰ کا شکر کہا اور اس کی تعریف کی کہ اس نے مال سے نجات دی۔ آپ کو اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں آپ کو موت آجائے اور وہ مال آپ کے پاس پڑا رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرط سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کوئی چیز ذخیرہ نہیں فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی چیز ذخیرہ نہیں رہتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کے پاس کچھ کھجوریں دیکھیں تو ان سے دریافت فرمایا، حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کچھ ذخیرہ کررہا ہوں تاکہ کسی برے وقت کام آسکے آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس کا خوف نہیں کہ یہ

۵۰۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۱۰۸، رقم ۳۰۵۵

جہنم کا ٹکڑا بھی ثابت ہو سکتا ہے؟ پھر فرمایا کہ اے بلالؓ خرچ کر اور تنگی کا خوف مت کر۔(۵۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی اور سخاوت و فیاضی سے لوگ اس قدر جری ہو گئے تھے کہ سختی اور درشتی کے ساتھ بھی پیش آتے تھے مگر آپ نہ صرف عفو و درگزر سے کام لیتے بلکہ انہیں ان کی امید سے زیادہ نواز دیتے تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

حدثنا یوما فقمنا حین قام فنظرنا الی اعرابی قد ادرکه فجبذه بردائه فحمر رقبته، قال ابو هریرةؓ وکان رداءً خشناً فالتفت فقال له الاعرابی احمل لی علی بعیری هذین فانک لاتحمل لی من مالک ولا من مال ابیک، فقال النبی صلی الله علیه وسلم! لاواستغفر الله، لا واستغفر الله لا احمل لک حتی تقیدنی من جبذتک التی جبذتنی، فکل ذلک یقول له الاعرابی والله لا اقیدکها، فذکر الحدیث قال ثم دعا رجلا، فقال له احمل له علی بعیریه هذین، علی بعیر شعیرا وعلی الاخر تمرا ثم التفت الینا فقال انصرفوا علی برکة الله(۵۲)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک روز آپ نے ہم سے باتیں کیں پھر جب آپ کھڑے ہوئے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے۔پھر ہم نے ایک اعرابی کو دیکھا جس نے آپ کو پکڑ کر آپ کی چادر مبارک گردن میں ڈال کر کھینچا جس سے آپ کی گردن سرخ ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ وہ چادر کھردری تھی۔آپ نے اس کی طرف دیکھا وہ کہنے لگا کہ میرے ان دونوں اونٹوں پر مال لادو کیوں کہ جو مال آپ ﷺ دیں گے وہ نہ آپ کا ہے اور نہ آپ کے باپ کا آپ (اس پر غصہ تک نہیں ہوئے بلکہ) تین بار استغفار پڑھا اور فرمایا کہ میں تیرے اونٹوں کو نہ لادوں گا جب تک تو مجھے اس کھینچنے کا بدلہ نہ دے گا، ہر دفعہ اعرابی کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں آپ کو بدلہ نہ دوں گا۔آپ ﷺ نے ایک شخص کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کے دونوں اونٹ لاددو، ایک کو جو سے اور دوسرے کو کھجور سے پھر آپ نے ہماری طرف دیکھا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی برکت کے ساتھ رخصت ہو جاؤ۔

۵۱۔ابن الجوزی/الوفا باحوال المصطفیٰ ﷺ: ص۴۴۲ ۵۲۔ابوداؤد: ج۴، ص۲۵۳، رقم ۴۷۷۵

آپ کا ایثار

حقیقت میں ایثار جود وسخا ہی کا حصہ ہے لیکن ایثار کا درجہ سب سے بلند ہے، ایثار یہ ہے کہ انسان دوسروں کی ضرورتوں اور حاجتوں کو ذاتی ضرورت اور مفاد پر ترجیح دے، خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلائے، خود تنگی برداشت کرے دوسروں کی سہولت کا سامان کرے۔ ایثار کا مفہوم بہت وسیع ہے اور ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی انقلاب برپا کرنے اور اس کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے بے حساب قربانیاں دیں اور اس عظیم کام کا کوئی بدلہ نہیں لیا، اس کے برعکس آپ نے اپنا سب کچھ لوگوں کی بھلائی اور بہتری میں صرف کردیا، تاریخ ایسی بے غرضی اور بے لوثی کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اگر معاشی اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ ﷺ نے اسلامی انقلاب کے لئے اپنی کامیاب تجارت قربان کی، اس سے حاصل شدہ سرمایہ اپنے مشن پر نچھاور کیا، پھر جب اسلامی سلطنت قائم ہوگئی تو دولت کے انبار اپنے ہاتھوں سے تقسیم فرمائے، مگر اپنے گھر کے لئے فقر وفاقہ اور نہایت سادہ طریقے سے زندگی گزارنے کو پسند فرمایا، گھر والوں کے لئے کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا، کوئی جائداد نہیں بنائی اور نہ ان کے لئے کوئی مستقل موروثی عہدہ قائم کیا۔ نہ دربان اور خادم رکھے اور نہ کوئی ترجیحی حقوق حاصل کئے۔ آپ کی آمدنی غربا ومساکین ومستحقین کے لئے وقف تھی۔

۳ ہجری میں بنونضیر کے ایک صحابی مخریق رضی اللہ عنہ نے اپنے سات باغ وصیت میں آپ کے حوالے کردیئے اور آپ نے ان میں سے بھی اپنے لئے کچھ نہیں رکھا اور تمام باغ وقف کردیئے۔ ان کی تمام پیداوار اور آمدنی غربا ومساکین کے کام آتی تھی۔ (۵۳)

عن سهل بن سعد قال جاء ت امرء ة الى النبى صلى الله عليه وسلم ببردة فقال سهل للقوم اتدرون ما البردة فقال القوم هى شملة، فقال سهل هى شملة منسوجة فيها حاشيتها، فقالت يا رسول الله اكسوك هذه فاخذها النبى صلى الله عليه وسلم محتاجاً اليها فلبسها فرآها عليه رجل من الصحابه فقال يا رسول الله ما احسن هذه فاكسنيها، فقال نعم فلما قام النبى ﷺ لامه اصحابه، قالوا ما احسنت حين رايت النبى صلى الله عليه وسلم اخذها محتاجا اليها ثم سالته اياها وقد عرفت انه لايسئل شيئاً

۵۳۔ ابن حجر العسقلانی / الاصابہ: ترجمہ مخریق

فیمنعه فقال رجوت بر کتها حین لبسها النبی ﷺ لعلی اکفن فیها (۵۴)

حضرت سہل بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بردہ لے کر آئیں پھر سہل نے موجود لوگوں سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ بردہ کیا ہے، لوگوں نے کہا کہ بردہ چادر کو کہتے ہیں، سہل نے کہا کہ یہ اس چادر کو کہتے ہیں جس کے حاشیہ پر جھالر بنی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر اس خاتون نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں یہ چادر آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ نے وہ چادر قبول فرمالی جیسے آپ کو اس کی ضرورت ہو، پھر آپ نے اس کو پہن لیا۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے آپ کے بدن پر وہ چادر دیکھی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بڑی عمدہ چادر ہے، آپ مجھے عنایت فرما دی دیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں لے لو، جب آپ اٹھ کر تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہؓ نے اس کو ملامت کی اور کہا کہ تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر مانگ کر اچھا نہیں کیا جب کہ تم نے دیکھ لیا تھا کہ آپ نے اسے اس طرح قبول کیا تھا کہ گویا آپ کو اس کی ضرورت ہے۔ پھر بھی تم نے اس کا سوال کیا حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی چیز آپ سے مانگی جاتی ہے تو آپ انکار نہیں کرتے ان صحابیؓ نے کہا کہ میں تو صرف اس کی برکت کا امید وار ہوں کہ آپ نے اسے زیب تن فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ میں اسی میں کفن دیا جاؤں گا۔

ایک صحابی کی شادی ہوئی۔ دعوت ولیمہ کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا، آپ نے ان کو آٹا لانے کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دیا، وہ گئے اور جا کر لے آئے، حالاں کہ اس روز آپ کے ہاں کھانے کو کچھ نہ تھا۔

قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذهب الی عائشةؓ فقل لها فلتبعث بالمكتل الذی فیه الطعام، قال فاتیتها فقلت لها ما امرنی به رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقالت هذ المكتل فیه تسع آصع شعیر، لاو الله ان اصبح لنا طعام غیره خذه فاخذ ته، فاتیت به النبی صلی الله علیه وسلم واخبر ته بما قالت عائشةؓ (۵۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو وہ برتن

۵۴۔ بخاری: کتاب الادب، باب حسن الخلق والسخاو ما یکرہ من البخل: ج ۴، ص ۴۰

۵۵۔ مسند احمد: ج ۴، ص ۶۵۸، رقم ۱۶۱۴۱

دے دو جس میں کھانا ہے، میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور ان سے وہ کہہ دیا جس کا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا۔ انہوں نے کہا کھجور کے اس ٹوکرے میں ۹ صاع جو کا آٹا ہے، خدا کی قسم اس کے سوا آج ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے، تم اس کو لے جاؤ، سو میں اس کو لے کر آپ کے پاس آیا اور آپ کو وہ بات بتائی جو عائشہؓ نے کہی تھی۔

کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ ہوتا وہ ان کی ضیافت میں اٹھ جاتا اور خود اہل خانہ فاقہ سے رہتے ایک دفعہ قبیلہ غفار کا ایک شخص آکر آپ کے ہاں مہمان ہوا۔ گھر میں صرف بکری کا دودھ تھا وہی مہمان کو دے دیا گیا۔

عن ابی بصرة الغفاری قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم لما هاجرت وذلک قبل ان اسلم فحلب لی شویهة كا يحتلبها، فلما اصبحت اسلمت (۵۶)

ابی بصرہ الغفاریؓ کہتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے میرے لئے اس بکری کا دودھ دوہا جس کو آپ دوہا کرتے تھے۔ سو میں نے اس کو پی لیا۔ پھر صبح کو میں اسلام لے آیا۔

اس سے ایک روز پہلے بھی آپ کی ہاں فاقہ ہی تھا۔ کیا اس سے بڑھ کر ایثار کی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جود وسخا اور فیاضی وایثار کے بے شمار و بے حساب واقعات میں سے یہ چند واقعات بطور مثال بیان کئے گئے ورنہ ایسے تمام واقعات کو بیان تو کیا شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی کامل اتباع اور حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

۵۶۔ مسند احمد: ج ۷، ص ۵۴۴، رقم ۲۶۶۸۴